تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر: 5
جون: 2015
شمارہ: 06

زیر نگرانی: شعبہ اشاعت ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو کے

مجلس ادارت: عطاء القادر طاہر، سید حسن خان، آصف علی پرویز، رانا عبدالرزاق خان

مینیجر: سید نصیر احمد

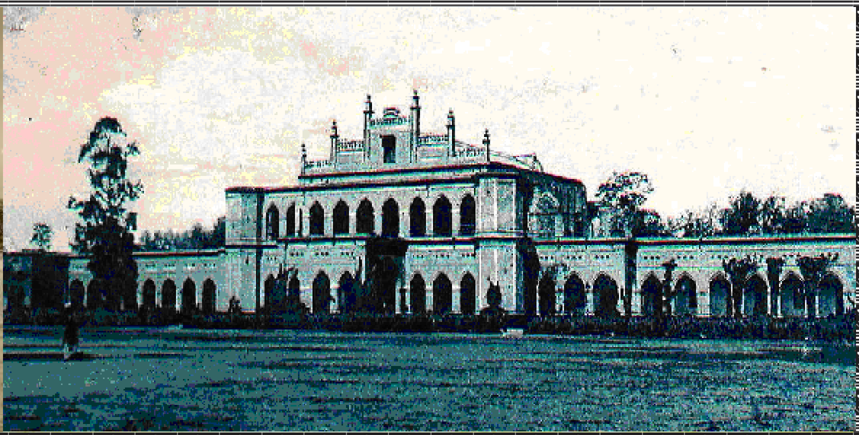

Taleem-Ul-Islam College
Old Students
Association - U.K

53, Melrose Road,
London, SW18 1LX.
Ph. : 020 8877 5510
Fax: 020 8877 9987
e-mail:
ticassociation@gmail.com

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔ آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصّہ میں جا کر ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔ (ادارہ)

www.alminaruk.com

قال اللہ تعالیٰ

گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت نہ رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کیلئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

(سورة البقرة :185)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

’’سنو سنو! تمہارے پاس رمضان کا مہینہ چلا آتا ہے۔ یہ مہینہ مبارک مہینہ ہے جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کر دیئے ہیں۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور اس میں ایک رات ایسی مبارک ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے۔ جو اس کی برکات سے محروم رہا تو سمجھو کہ وہ نامراد رہا۔‘‘

(نسائی کتاب الصوم)

ملفوظات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل میں یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 102 جدید ایڈیشن)

ارشاد سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

☆ رمضان دعاؤں ، قربِ الٰہی پانے ، عبادات اور حقوق العباد ادا کرنے کا مہینہ ہے۔

☆ خدا تعالیٰ کا عبد بننا اور دعاؤں کی قبولیت کا نظارہ دیکھنا ایک مجاہدہ کو چاہتا ہے اور رمضان کے روزے بھی ایک مجاہدہ ہیں جو اس کا ادراک حاصل کرتے ہوئے ایک مومن کو رکھنے چاہئیں۔

(الفضل ربوہ 13 اگست 2011)

شریفوں کے ٹھہرنے کی جگہ

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ایک دفعہ قادیان میں ایک شخص آیا اور ایک دن ٹھہر کر چلا گیا۔ جنہوں نے اسے بھیجا تھا انہوں نے خیال کیا کہ یہ قادیان جائے گا اور وہاں کچھ دن ٹھہر کر حضرت مسیح موعودؑ کی باتیں سنے گا۔ وہاں کے حالات دیکھے گا تو اس پر احمدیت کا کچھ اثر ہوگا۔ مگر جب وہ ایک دن ٹھہر کر واپس چلا آیا تو ان بھیجنے والوں نے اس سے پوچھا کہ تم اتنی جلدی کیوں آ گئے وہ کہنے لگا ”توبہ کرو جی وہ بھی کوئی شریفوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔“ انہوں نے خیال کیا کہ شاید کسی کے نمونہ کا اچھا اثر نہیں لیا ہوگا جس سے اس کو ٹھوکر لگی ہوگی۔ انہوں نے پوچھا کہ آخر بات کیا ہوئی جو تم اتنی جلدی چلے آئے۔ اس نے کہا میں صبح کے وقت قادیان پہنچا۔ مہمان خانہ میں مجھے ٹھہرایا گیا۔ میری تواضع آؤ بھگت کی گئی۔ ہم نے کہا سندھ سے آئے ہیں راستہ میں تو کہیں حُقہ پینے کا موقع نہیں ملا اب اطمینان سے بیٹھ کر حقہ پئیں گے اور آرام کریں گے۔ ابھی ذرا حُقہ آنے میں دیر تھی کہ ایک شخص نے کہا بڑے مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اوّلؓ کو لوگ بڑے مولوی صاحب کہا کرتے تھے) اب حدیث کا درس دینے لگے ہیں۔ پہلے درس سُن لیں پھر حُقہ پینا۔ ہم نے کہا چلو قادیان آئے ہیں تو حدیث شریف کا درس بھی سن لیں۔ حدیث کا درس سن کر آئے تو ایک شخص نے کہا۔ کھانا بالکل تیار ہے۔ پہلے کھانا کھالیں ہم نے کہا ٹھیک ہے کھانے سے فارغ ہو کر پھر اطمینان سے حُقّہ پئیں گے۔ ابھی کھانا کھا کر بیٹھے ہی تھے کہ کسی نے کہا کہ ظہر کی اذان ہو چکی ہے۔ ہم نے کہا اب آئے ہیں چلو قادیان میں نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ ظہر کی نماز پڑھ چکے تو مرزا صاحب بیٹھ گئے اور وہاں باتیں شروع ہو گئیں۔ ہم نے کہا چلو مرزا صاحب کی گفتگو بھی سن لیں کہ کیا فرماتے ہیں پھر چل کر حُقّہ پئیں گے۔ وہاں سے باتیں سن کر آئے اور پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر اطمینان سے بیٹھے اور حُقّہ سلگایا کہ اب تو سب طرف سے فارغ ہیں اب تسلی سے حُقّہ پیتے ہیں لیکن ابھی دو کش بھی حُقّہ کے نہ لگائے تھے کہ کسی نے کہا کہ عصر کی اذان ہو چکی ہے۔ نماز پڑھ لو۔ حقہ کو اسی طرح چھوڑ کر ہم عصر کی نماز کو چلے گئے۔ عصر کی نماز پڑھی تو خیال تھا کہ اب تو شام تک حُقّہ کے لئے آزادی ہوگئی کہ کسی نے کہا کہ بڑے مولوی صاحب مسجد اقصیٰ میں چلے گئے ہیں اور وہاں قرآن کریم کا درس ہوگا۔ ہم نے سمجھا تھا کہ اب شام تک حُقّہ پینے کا موقع ملے گا پر خیر اب آئے ہیں تو قرآن کریم کا درس بھی سن لیتے ہیں بڑی مسجد میں گئے۔ درس سنا اور سن کر واپس آئے تو مغرب کی اذان ہوگئی اور حُقّہ اسی طرح دھرا رہا اور ہم مغرب کی نماز کیلئے چلے گئے .... تو ایسی جگہ جہاں حُقّہ پینے کی فرصت بھی نہ ملے کوئی رہنے کی جگہ ہے۔ (خطباتِ محمود جلد 1 صفحہ 93)

حکایات سعدی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں مجھے عبادت کا بہت شوق تھا میں اپنے والد محترم کے ساتھ ساری ساری رات جاگ کر قرآن مجید کی تلاوت اور نماز میں مشغول رہتا تھا۔ ایک رات والد محترم اور میں حسب معمول عبادت میں مشغول تھے اور ہمارے قریب ہی کچھ لوگ فرش پر پڑے غافل سو رہے تھے۔ میں نے ان کی یہ حالت دیکھی تو اپنے والد صاحب سے کہا کہ ان لوگوں کی حالت پر افسوس ہے۔ ان سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اُٹھ کر تہجد کے نوافل ہی ادا کر لیتے۔ والد محترم نے میری یہ بات سنی تو فرمایا بیٹا دوسروں کو کم درجہ خیال کرنے اور برائی کرنے سے تو بہتر تھا کہ تو بھی پڑھ کر سو جاتا۔ (حکایاتِ گلستانِ سعدی)

المنار نیوز لائین

مکرم مولانا عطاء الکریم شاہد صاحب مربی سلسلہ ابن حضرت مولانا ابو العطاء جالندھری صاحب مورخہ 17 مئی 2015ء کو 77 سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد برین ہیمبرج سے لندن میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے 1960ء میں بی اے کرنے کے بعد خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کی۔ 1967ء میں جامعہ پاس کرنے کے بعد پاکستان کی مختلف جماعتوں، مظفر آباد، راولپنڈی، کیمل پور اور گجرات میں مربی سلسلہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ 1976ء میں آپ کو لائبیریا بھجوایا گیا جہاں آپ نے ساڑھے تین سال بحیثیت امیرو مربی انچارج خدمت سرانجام دی۔ 1980ء میں مرکز سلسلہ ربوہ واپسی کے بعد آپ کو کچھ عرصہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری شعبہ تاریخ احمدیت، دفتر منصوبہ بندی کمیٹی، نظارت اصلاح و ارشاد مرکزیہ، نظارت دعوت الی اللہ، وکالت تبشیر اور بعض دیگر دفاتر میں خدمت بجا لانے کا موقعہ ملا۔ 2000ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد آپ انگلستان منتقل ہو گئے جہاں تادم آخر قیام رہا۔

مرحوم وقف کے تقاضوں کو بھرپور طور پر نبھانے والے تھے۔ خلافت سے بے حد محبت اور فدائیت کا تعلق تھا۔ بہت خوش اخلاق، ملنسار، نفیس طبع، مہمان نواز، نیک اور مخلص انسان تھے۔ طبیعت میں عاجزی اور خاکساری کا پہلو نمایاں تھا۔ ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کرتے اور سنت رسولؐ کی پیروی کرنے والے عالم باعمل تھے۔ آپ ایک پرجوش داعی الی اللہ تھے اور دعوت الی اللہ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کا ایک پوتا واقف زندگی ہے اور جامعہ احمدیہ یوکے میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ آپ محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام بیت الفضل لندن کے بڑے بھائی تھے۔

محمد ﷺ کی اُمت کی خلافت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کہتی ہیں کہ حضرت عمرؓ بستر پر سونے کیلئے لیٹتے تھے تو ان کی نیند ہی اُڑ جاتی تھی۔ بیٹھ کر رونا شروع کر دیتے تھے۔ میں پوچھتی تھی اے امیر المومنین کیا ہوا۔ وہ کہتے تھے کہ مجھے محمدؐ کی امت کی خلافت ملی ہوئی ہے۔ ان میں مسکین بھی ہیں ضعیف بھی ہیں اور یتیم بھی ہیں اور مظلوم بھی۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ان سب کے بارے میں سوال کرے گا۔ مجھ سے جو کوتاہی ہوئی تو میں اللہ اور اس کے رسول کو کیا جواب دوں گا۔ سیدنا عمر کہتے تھے اللہ کی قسم اگر دجلہ کے دور دراز علاقہ میں بھی کسی خچر کو راہ چلتے ٹھوکر لگ جاوے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ سوال نہ کر دے کہ اے عمر تو نے وہ راستہ ٹھیک کیوں نہیں کروایا تھا۔

حسن رہتاسی

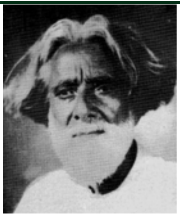

حسن رہتاسی مزاحیہ شعراء کے سرخیل اور ہجو گوئی میں لاجواب تھے لیکن ان کی ہجو، بازاری اور عامیانہ نہیں بلکہ ادبی شہ پارے ہیں جنہیں سن کر مخاطب بھی لطف اندوز ہوتا۔ شعراء نوابوں اور رئیسوں سے اکثر ملنے جایا کرتے تھے۔ حضرت چودھری سر ظفر اللہ خانؓ سے حسن رہتاسیؒ کی ملاقات بھی اسی نوعیت کی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ ملنے گئے تو چوہدری صاحب بیمار تھے۔ انہوں نے کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ بھیجا کہ دردِ سر لاحق ہے، اس لئے ملنے سے معذور ہوں۔ حسن رہتاسی نے اسی کاغذ پر یہ شعر لکھ کر اندر بھجوا دیا:

آپ ہیں ''سر'' میں سراپا دردِ سر　　درد سر کو چھوڑ کر جائے کدھر

یہ دلچسپ اور برجستہ شعر سن کر چوہدری صاحب اپنی تکلیف بھول گئے اور حسن رہتاسی کو ملاقات کے لئے بلا لیا۔

تجھ کو کتنوں کا لہو چاہئے اے ارضِ وطن
جو تیرے عارضِ بے رنگ کو گلنار کریں
کتنی آہوں سے کلیجہ ترا ٹھنڈا ہوگا
کتنے آنسو ترے صحراؤں کو گلزار کریں

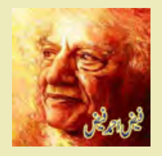

تعلیم الاسلام کالج کی حسین یادیں

(آصف علی پرویز)

1965ء کی گرمیوں کا موسم تھا۔ غالباً جولائی کا مہینہ تھا جب تعلیم الاسلام کالج میں داخلے شروع ہوگئے تھے۔ اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ (جو بعد میں خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے اعلیٰ مرتبہ پرفائز ہوئے) تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل تھے۔ جب میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں زیر تعلیم تھا تو میرے والد صاحب محترم چوہدری اکبر علی صاحب (مرحوم) کی خواہش تھی کہ میں میٹرک کے بعد لاہور میں ریلوے کالج میں داخلہ لے کر ریلوے میں انجینئر بنوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے والد صاحب نے تقریباً 35 سال پاکستان ریلوے میں ملازمت کی تھی۔ ان کا ایک فقرہ ہوتا تھا کہ ''ریلوے میں کام کرنے والوں کے بچے ریلوے میں ہی ملازمت کرتے ہیں۔''

خیر جب میرا میٹرک کا نتیجہ نکلا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے سائنس میں بہت اعلیٰ نمبر حاصل کئے اور ہائی فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔ میں نے اس وقت اپنے ابا جان سے مؤدبانہ درخواست کی میں لاہور نہیں جانا چاہتا بلکہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اسی طرح ان کے بعض دوستوں نے بھی مشورہ دیا کہ آصف کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں پڑھائیں کیونکہ ربوہ کا ماحول خالصتاً تعلیمی ہے اور آپ کا بیٹا تعلیم الاسلام کالج میں اچھی تعلیم حاصل کر سکے گا۔ چنانچہ محترم ابا جان کی اجازت سے میں نے داخلہ کا فارم مکمل کیا۔ ابا جان نے مجھے کہا کہ ایک سال کی فیس میں ایڈوانس دے دوں گا تا کہ مجھے تمہاری فیس کے بارے میں کوئی فکر نہ رہے۔ چنانچہ انہوں نے متعلقہ فیس کے نوٹ گن کر علیحدہ اپنی جیب میں رکھ لئے اور مجھے ساتھ لے کر پیدل ہی کالج روانہ ہوگئے جو ہمارے گھر واقع محلہ دارالرحمت وسطی سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھا۔

کچھ دیر بعد ہم محترم پرنسپل صاحب کی اجازت سے آپ کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر پہلے ابا جان سے مصافحہ کیا اس کے بعد مجھے مصافحہ کا شرف بخشا۔ میں دل ہی دل میں بڑا حیران تھا کہ محترم پرنسپل صاحبؒ نے کھڑے ہو کر ہم سے مصافحہ کیا جو آپ کے عظیم اخلاق کا حسین منظر تھا۔ فارم آپ پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔ میرے اعلیٰ نمبروں پر بڑی تحسین کا اظہار فرمایا۔ اور داخلہ کے بارہ میں کچھ رسمی سوالات کئے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے بڑے ادب سے ان کے مناسب جواب دیئے۔ اس کے بعد آپ نے فارم پر داخلہ کی منظوری کے دستخط کئے اور ساتھ ہی کچھ تحریر فرما کر وہ فارم ہمارے حوالے کیا۔ پھر آپؒ کھڑے ہوگئے اور دوبارہ ہم سے مصافحہ کیا۔

حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ (خلیفۃ المسیح الثالث) کے ساتھ یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ تاہم میں آپؒ سے اس سے پہلے بھی ایک انعام حاصل کر چکا تھا۔ اس لئے میرا اندازہ تھا کہ محترم پرنسپل صاحبؒ مجھے جانتے ہیں۔ وہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب میں سکول میں 1964ء میں نویں جماعت کا طالبعلم تھا تو محترم پرنسپل صاحب حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ ایک انعامی مقابلہ ہوگا جس میں ہر کسی کو شمولیت کی دعوت ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص فضل ہے کہ چودہ برس کی عمر میں میں اس میں اوّل آیا۔ چنانچہ محترم پرنسپل صاحب (حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ) کی طرف سے عاجز کو پچاس روپے بطور انعام عطا ہوئے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اس زمانے میں میرے جیسے طالبعلم کو پچاس روپے کا انعام ملنا گویا ''قارون کا خزانہ'' ملنے والی بات تھی۔ یہ محترم پرنسپل صاحبؒ کے احسانوں میں سے ایک خصوصی احسان

تھا۔فالحمدللہ علی ذالک۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں بعد میں بھی آپ کے بہت سے احسانوں کا مورد ہوا۔

خیر! بات تو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخلے کی ہو رہی تھی۔

جب ہم دفتر سے باہر نکلے تو ”شادی خان“ نے ہمیں کہا کہ اب ہم جا کر محترم قریشی محمد عبداللہ صاحب اکاؤنٹنٹ کو جا کر داخلہ فارم دیں اور ساتھ ہی داخلہ کی فیس بھی دیں۔ یہ حسنِ اتفاق تھا کہ محترم قریشی صاحب ہمارے ہی محلہ میں رہتے تھے اور محترم ابا جان کے دوستوں میں سے تھے۔ ابا جان نے فارم دیتے ہوئے ساتھ ہی پورے سال کی فیس (جو غالباً 200 روپے کے لگ بھگ تھی) بھی انہیں پیش کردی۔ قریشی صاحب نے فارم دیکھا اور فرمایا ”چوہدری صاحب! پیسے اپنے پاس ہی رکھیں۔ محترم پرنسپلؒ صاحب نے ازراہِ شفقت آپ کے بیٹے کے اعلیٰ نمبروں کی وجہ سے ساری فیس معاف کر دی ہے۔ آپ صرف واجبی داخلہ کی فیس ادا کریں جو غالباً 25 روپے تھے۔ ابا جان بہت حیران ہوئے اور عرض کی محترم پرنسپل صاحبؒ نے اس بات کا ملاقات میں ذکر نہیں کیا۔ محترم قریشی صاحب نے کہا کہ یہ اُن کا طریق ہے۔ بس اب خوش خوش گھر جائیں۔ ہم سارے راستہ میں محترم پرنسپلؒ صاحب کے اعلیٰ خلق کا ذکر کرتے رہے کہ فیس کی معافی کا احسان بھی کیا لیکن ہم سے ذکر تک نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے اعلیٰ اخلاق سے نوازے۔ آمین۔

داخلہ بھی ہو گیا اور ہم پہلے دن گاؤن پہن کر کالج پہنچ گئے۔ فرسٹ ایئر میں سائنس اور آرٹس کے طالب علموں کو ملا کر تعداد سو سے بھی زائد تھی۔ اس میں میرے مرحوم دوست محترم حبیب الرحمن صاحب (جو بعد میں تعلیم الاسلام کالج میں میرے ساتھ لیکچرر مقرر ہوئے) اس کے علاوہ محترم پرنسپل صاحبؒ کے صاحبزادے محترم مرزا فرید احمد صاحب بھی تھے۔ محترم عطاء المجیب صاحب راشد (امام مسجد لندن و سابق صدر تعلیم الاسلام کالج ایسوسی ایشن یونین کے صدر تھے۔

اس وقت پروفیسر نصیر احمد خان صاحب نئے نئے Ph.D کر کے تشریف لائے تھے۔ آپ صدر شعبہ فزکس تھے۔

پروفیسر میاں عطاء الرحمن صاحب بھی فزکس کے سینئر پروفیسر تھے۔ آپ سے مجھے چھ سال فزکس پڑھنے کا اعزاز ملا۔

کیمسٹری کے صدر شعبہ پروفیسر سلطان محمود صاحب شاہد تھے۔ نہایت ہی قابل پروفیسر تھے لیکن سادگی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

حساب کے صدر شعبہ پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب (موجودہ وکیل اعلیٰ پاکستان) تھے۔ مجھے چار سال ان سے حساب پڑھنے کا موقعہ ملا۔

انگریزی کے صدر شعبہ میاں خورشید احمد صاحب (موجودہ ناظر اعلیٰ پاکستان) تھے۔ آپ سے میں نے چار سال انگریزی پڑھی۔

اردو کے صدر شعبہ پروفیسر ناصر احمد صاحب پرویز پروازی تھے۔ آپ سے مجھے دو سال اردو پڑھنے کا اعزاز ملا۔

جب حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ خلافت ثالثہ کے منصب پر فائز ہوئے تو عارضی طور پر محترم میاں عطاء الرحمن صاحب قائمقام پرنسپل مقرر ہوئے۔ آپ کی سادگی اور عظمت کا یہ حال تھا کہ بجائے پرنسپل کے کمرہ میں بیٹھنے کے آپ اپنے فزکس کے کمرہ میں ہی بیٹھتے۔ دراصل فزکس ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ عملاً ساتوں دن ہی شعبہ فزکس میں گزارتے۔ جمعہ پڑھنے کے بعد آپ پھر کالج میں جا کر تجربات میں مشغول رہتے۔ پروفیسر نصیر خان صاحب ہمیں انگلستان میں پڑھائی کے طریقوں کے بارے میں بتاتے۔ میں F.Sc میں اگرچہ پروفیسر میاں عطا الرحمن صاحب کی کلاس میں تھا لیکن میں موقع نکال کر پروفیسر نصیر احمد خان صاحب کی کلاس میں بھی شامل ہوتا۔

(جاری....)

ضروری اعلانات

کیا آپ تعلیم الاسلام کالج میں زیرِ تعلیم رہ چکے ہیں؟

کیا آپکا نام ہماری تجنید میں شامل ہے؟

کیا آپکو ہمارے پروگراموں کی اطلاع مل رہی ہے؟

رانا عبدالرزاق خان

سیکریٹری تجنید

فون نمبر: 07886304 637

کیا آپکو ہمارا ماہنامہ ای گزٹ المنار بذریعہ ای میل مل رہا ہے۔ اگر نہیں تو ابھی خاکسار کو فون کریں یا اپنا ای میل ایڈریس TEXT کریں:

سید نصیر احمد شاہ

فون نمبر: 07762366929

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا نیا پروجیکٹ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت ہماری ایسوسی ایشن کو افریقن ملک ساؤ ٹومے میں ایک پرائمری سکول بنانے کے منصوبے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور اس سکول کا نام تعلیم الاسلام پرائمری سکول تجویز فرمایا ہے۔ اس منصوبے کی کل لاگت اندازاً بیس ہزار پاؤنڈ ہے۔ ایسوسی ایشن کے تمام ممبران سے درخواست ہے کہ نیکی کے اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور آج ہی اپنا وعدہ لکھوائیں یا چیک درج ذیل نام پر بجھوائیں:

TI College Old Students Association

مبارک صدیقی

فون نمبر: 07951406634

صدر تعلیم الاسلام اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو کے

❀ المنار آپکا اپنا رسالہ ہے ازراہ کرم ہمیں اپنی تجاویز اور تحریرات بجھواتے رہیں۔ اگر آپ کے پاس کالج کے زمانے کی کوئی نادر تصویر موجود ہے تو وہ بھی اشاعت کے لئے بجھوائیے۔

اسسٹنٹ سیکریٹری اشاعت

خط و کتابت کے لئے ہمارا پتہ نوٹ فرمالیں۔

Talimul Islam College Old Students Association
Baitul Futuh Mosque, 181 London Road,
Morden Surrey, SM4 5PT
United Kingdom.

حبیب جالب

دِل کی بات لبوں پر لا کر اب تک ہم دُکھ سہتے ہیں
ہم نے سنا تھا اِس بستی میں دِل والے بھی رہتے ہیں

بیت گیا ساون کا مہینہ، موسم نے نظریں بدلیں
لیکن اِن پیاسی آنکھوں سے اب تک آنسو بہتے ہیں

ایک ہمیں آوارہ کہنا کوئی بڑا اِلزام نہیں
دُنیا والے دِل والوں کو اور بہت کچھ کہتے ہیں

جن کی خاطر شہر کو چھوڑا جن کے لئے بدنام ہوئے
آج وہی ہم سے بیگانے بیگانے سے رہتے ہیں

وہ جو ابھی اس راہ گزر سے چاک گریباں گزرا تھا
اس آوارہ دیوانے کو حبیب جالب کہتے ہیں

تاج محل

بیوی (شوہر سے): میں نے کہا جی! تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو..؟

شوہر: اتنی محبت جتنی شاہ جہاں کو ممتاز سے تھی۔

بیوی (خوشی سے): اوہ سچی! تو کیا تم بھی میرے مرنے کے بعد تاج محل بنواؤ گے؟

شوہر: میری جان! میں نے تو پلاٹ بھی خرید لیا ہے۔ اب تمہارے طرف سے ہی دیر ہے۔

اُستادمرحوم....(ابن انشاء)

ایسی دیدہ زیب شخصیتیں چشم فلک نے کم دیکھی ہوں گی جیسے استاد چراغ رحمہ اللہ علیہ تھے۔قد پانچ فُٹ سے بھی نکلتا ہوا۔جسم بھرا بھرا خصوصاً کمر کے آس پاس۔سر پرمیل خورے کپڑے کی ٹوپی اوراس کے ساتھ کی شیروانی۔راقم نے کبھی ان کوٹوپی کے بغیرنہ دیکھا۔ایک بار خود ہی فرمایا کہ ایک تو یہ خلاف تہذیب ہے، دوسرے کوّے ٹھونگیں مارتے ہیں۔ٹانگیں چھوٹی چھوٹی تھیں جس کی وجہ سے چال میں بچوں کی سی معصومیت تھی۔رنگ سرمئی، آنکھیں سرخ وسفید۔اور پھرجلال ایسا کہ مائیں دیکھ کربچوں کو چھپا لیتی تھیں۔دانت تمباکوخوری کی کثرت سے شہید ہوگئے تھےلہٰذا تمباکوکوچھوڑدیا تھافقط نسوار کا شوق رکھا تھا۔چشمہ لگاتے تھے لیکن ہماری طرح چشمہ کے غلام نہ تھے۔بالعموم اس کے اوپر سے دیکھتے تھے۔سرخ کمربند میں چابیوں کا گچھا چاندی کے گھنگروؤں کی طرح بجتا۔دورہی سے معلوم ہوجاتا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں۔ایک ہاتھ میں چھ انگلیاں تھیں اس لئے گیارہ تک باآسانی گن لیتے تھے۔حواس پرایسا قابوتھا کہ جس محفل میں چاہتے، بیٹھے بیٹھے سوجاتے اورخراٹے لینے لگتے۔پھرآپ ہی اُٹھ بھی بیٹھتے۔کھانے کا شوق ہمیشہ سے تھا، خصوصاً دعوتوں میں۔فرماتے کھانے میں دوخوبیاں ہونی چاہئیں۔اچھا ہواور بہت ہو۔کھانے کا آداب کا ذکرکرتے توفرماتے کہ سب سے پہلے شروع کرواورسب سے آخرمیں ختم کرو۔جس ضیافت میں استادمرحوم ہوتے ،لوگ کھاتے کم اوران کی طرف رشک سے زیادہ دیکھتے تھے۔لیکن یہ جوانی کی باتیں ہیں۔آخری عمر میں پرہیزی کھانا کھانے لگے۔میزبان کے یہاں پہلے سے کہلوادیتے کہ یخنی وغیرہ کا انتظام کر لینا۔اورمیٹھے میں سوائے حلوے کے اورکچھ نہ ہو۔چوزے کے متعلق فرماتے کہ زودہضم ہے،خون صالح پیدا کرتا ہے۔دال سے احتراز فرماتے کہ کہ نفخ پیدا کرتی ہے۔

(''خمارگندم'' سے ماخوذ)

عبیداللہ علیم

بنا گلاب تو کانٹے چبھا گیا اِک شخص
ہوا چراغ تو گھر ہی جلا گیا اِک شخص
تمام رنگ مرے اورسارے خواب مرے
فسانہ تھے کہ فسانہ بنا گیا اِک شخص
میں کس ہوا میں اُڑوں کس فضا میں لہراؤں
دُکھوں کے جال ہر اِک سوبچھا گیا اِک شخص
پلٹ سکوں نہ میں آگے ہی بڑھ سکوں جس پر
مجھے یہ کون سے رستے لگا گیا اِک شخص
محبتیں بھی عجیب اس کی نفرتیں بھی کمال
مری ہی طرح مجھ میں سما گیا اِک شخص
محبتوں نے کسی کی بھلا رکھا تھا اُسے
ملے وہ غم کہ پھر یاد آ گیا اِک شخص

مبارک صدیقی

وصالِ یار کو جانا تو ہو کے باوضو جانا
مجسم باادب رہنا، سراپا آرزو جانا
نگاہِ یاروہ شے ہے جوزرّے کوبھی زرکردے
اُٹھائے خاک سے اورشہر بھر میں معتبر کردے
عقیدت کے جلائے دیپ اس کے روبرو جانا
وصالِ یار کو جانا تو ہوکے باوضو جانا
جو دانہ خاک میں ملنے کوبھی تیار ہوتا ہے
وہی اِک دِن گلابوں کی طرح گلزار ہوتا ہے
جو عاشق جان دینے کیلئے تیار ہوتا ہے
اُسی کے بخت میں لکھا وصالِ یار ہوتا ہے
اگر دینا پڑے جاتے ہوئے دِل کا لہو، جانا
وصالِ یار کو جانا تو ہوکے باوضو جانا
با ادب رہنا، سراپا آرزو جانا

فالج سے کیسے بچا جائے؟

......جویریہ صدیق......

اسٹروک یعنی فالج وہ دوسری بڑی بیماری ہے جو ساٹھ سال سے بڑی عمر کے افراد کی موت کی وجہ ہے۔ ہر پانچ میں ایک خاتون اور ہر چھ میں سے ایک مرد اس بیماری کا شکار ہوجاتا ہے۔ یوں چھ ملین افراد اس بیماری کی وجہ سے سالانہ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ تیسرا بڑا مرض ہے جس کی وجہ سے لوگ معذوری کا شکار ہوجاتے ہیں۔ مگر یہ بیماری صرف بڑی عمر کے افراد کو نہیں ہوتی اس بیماری کا شکار کسی بھی عمر کے افراد ہوسکتے ہیں۔ خون کی گردش رک جانے کے سبب ہونے والے فالج کی شرح بچوں میں اکیس فیصد تک بڑھ چکی ہے۔ اگر پاکستان کی بات کی جائے تو پاکستان میں ہر عمر کے لوگ فالج کا شکار ہو رہے ہیں جن میں پینتالیس فیصد مرد اور پچپن فیصد خواتین شامل ہیں۔

اس مرض کے لاحق ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ دماغ کی کوئی نس اچانک پھٹ جائے یا اس میں خون کا لوتھڑا جم جائے۔ اس صورتحال میں دماغ کو خون ملنا بند ہوجاتا ہے اور انسان فالج کا شکار ہوجاتا ہے۔ یہ مرض کسی کو بھی ہوسکتا ہے لیکن جن افراد کو ہائپرٹینشن، موٹاپا، ذیابیطیس، سر میں شدید درد، ڈپریشن، ہائی بلڈ پریشر، کولیسٹرول اور دل کا عارضہ جیسے امراض لاحق ہوں ان میں فالج کا خطرہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ خواتین میں ان کو خطرہ زیادہ ہے جنہیں ہائی بلڈ پریشر ہو، جو تمباکو نوشی کا استعمال کرتی ہوں، مسلسل سر میں درد رہتا ہو یا مانع حمل ادویات کا استعمال کرتی ہوں۔

فالج کا حملہ عام طور پر شریانوں کے پھٹنے، ان میں رکاوٹ آنے سے اور دماغ میں خون کی ترسیل میں تعطل آنے سے ہوتا ہے۔ خون دماغ میں جم جاتا ہے اور اس کے باعث جسم میں خون کی ترسیل متاثر ہوجاتی ہے۔ اس کی ابتدائی علامت کچھ یوں ظاہر ہوتی ہیں جسم کا سن ہوجانا، منہ کا ٹیڑھا ہوجانا، مسکرانے میں دقت، بولتے وقت الفاظ کی ادائیگی میں مشکل، الٹیاں آنا، دھندلا دکھائی دینا، کمزوری، بازو یا ٹانگ بے جان محسوس ہو۔ شدید جھٹکے لگنا، بے ہوش ہوجانا یہ سب فالج کی علامتیں ہیں۔ فالج کے 80 فیصد سے زائد کیسز قابل علاج ہیں۔

فالج یا اسٹروک دو طرح کے ہوتے ہیں جن میں ایک چھوٹا منی اسٹروک ہوتا ہے اور ایک بڑا فل اسٹروک ہوتا ہے چھوٹے اسٹروک میں مریض کمزوری محسوس کرتا ہے، اس کا منہ ٹیڑھا ہوجاتا ہے اس کو بولنے میں دقت ہوتی ہے اس کے مریض جلد ٹھیک ہوجاتے ہیں لیکن اگر مکمل علاج نا کروایا جائے تو پھر فل اسٹروک ہونے کا امکان زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس میں انسان کا منہ مکمل طور پر ٹیڑھا ہوجاتا ہے جسم کا ایک حصہ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے، بینائی کم ہوجاتی ہے قوت گویائی ختم ہوجاتی ہے، اس پر فوری علاج کی ضرورت پیش آتی ہے ذرا سی سستی مریض کی جان لے سکتی ہے۔

مردوں کی نسبت خواتین اس مرض کا زیادہ شکار ہوتی ہیں۔ اس مرض میں مبتلا مریض کو علاج کے ساتھ ساتھ مناسب دیکھ بھال کی اور غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مرض میں مریضوں کو نگلنے میں تکلیف ہوتی ہے اور ان کی اورل کیویٹی بھی متعدد امراض کی زد میں آجاتی ہے، وہ خود سے باتھ روم بھی نہیں جا سکتے نا ہی چل پھر سکتے ہیں، مسلسل لیٹے رہنے کی وجہ سے جسم پر زخم ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ انہیں ڈاکٹر کے مشورے سے غذا دی جائے ، ان کے دانتوں اور مسوڑوں کا خاص خیال رکھا جائے۔ ان کے لیے ایئر میٹرس استعمال کیا جانا چاہیئے، ہر دو گھنٹے بعد کروٹ تبدیل کروائیں، فزیوتھراپی اور اسپیچ تھراپی کروائی جائے۔ علاج کے ساتھ ساتھ گھر والوں کی توجہ اور شفقت مریض کو جلد ٹھیک ہونے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

ویسے تو فالج کا مرض کسی کو بھی لاحق ہوسکتا ہے لیکن صحت مندانہ طرز زندگی کو اپنا کر ہم اس مرض سے بچ سکتے ہیں۔

ذرّوں کی کہانی - آصف کی زبانی

اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا راز (آصف علی پرویز)

دوست: یہ آپ کس دنیا میں رہتے ہیں۔ کیا آپ کو علم نہیں کہ پروفیسر عبد السلام صاحب کو نوبل انعام 1979 میں ملا تھا۔

آصف: یقیناً ملا تھا لیکن میں اس نوبل انعام کی بات کر رہا ہوں جو آپ کو 1956ء میں مل جانا چاہئے تھا۔

دوست (حیران ہوکر): میں نے آج تک نہیں سنا کہ آپ کو صرف 31 برس کی عمر میں نوبل انعام مل جانا چاہئے تھا۔ ذرا اس کی تفصیل تو بتائیں۔ یہ بات تو المنار کے اکثر قارئین کیلئے بالکل نئی ہوگی۔

آصف: کیوں نہیں! کیمبرج میں تدریس اور تحقیق کے دوران آپ نے کئی تحقیقی مقالے بین الاقوامی سائنسی رسالوں میں شائع کرائے۔ آپ نے ایک مقالہ پیریٹی وائلیشن Parity Violation پر لکھا۔

دوست: یہ Parity Violation کیا بلا ہے؟

آصف: اس کا تعلق بنیادی طاقتوں سے ہے۔ ہاں! مجھے یاد آیا کہ آپ نے کہا تھا کہ آپ ہماری گفتگو بنیادی قوتوں کے بارے میں (شائع شدہ المنار اگست 2013) ضرور پڑھیں گے۔ اس لئے آپ کے سوال کا جواب دینے سے پہلے کیا آپ بنیادی طاقتوں کے بارے میں کچھ بتائیں گے۔

دوست: میں سائنسدان نہ سہی لیکن اپنے وعدے کا پاس رکھتے ہوئے میں نے اس گفتگو کو دوبارہ پڑھا اور لیجئے میں بتاتا ہوں۔ پہلی طاقت کا نام ''کشش ثقل'' ہے جس کی وجہ سے کائنات قائم دائم ہے۔ دوسری طاقت ''بجلی و مقناطیسی طاقت'' ہے۔ تیسری طاقت ایٹم کے مرکز میں ہوتی ہے جسے ''کمزور طاقت'' کہتے ہیں۔ چوتھی طاقت ''مضبوط طاقت'' ہے یہ بھی مرکز کے اندر ہی ہوتی ہے۔ مجھے اس گفتگو کا وہ حصہ پڑھ کر خاص خوشی ہوئی جس میں آپ نے یہ بیان کیا تھا کہ ان طاقتوں کا ذکر سورۃ فاتحہ میں ایک طرح سے ہے۔

آصف: ماشاءاللہ۔ آپ نے تو خوب یاد رکھا ہے کہتے ہیں کہ ''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔'' آپ نے لاکھ طالبعلمی کے زمانہ میں سائنس نہ پڑھی ہو! علم تو کسی عمر میں بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

دوست (خوش ہوکر): آپ کی حوصلہ افزائی کا شکریہ۔ اب ذرا Parity Violation کے بارے میں کچھ بتائیں۔

آصف: عام طور پر اُس وقت سائنسدانوں کا یہ متفقہ نظریہ تھا کہ بنیادی طاقتیں کشش ثقل، بجلی و مقناطیسی طاقت، کمزور طاقت اور مضبوط طاقت جب دوسرے ذرّوں سے میل ملاپ (Interction) کرتی ہیں تو وہ دائیں سے بائیں (Clockwise) یا بائیں سے دائیں (Anti Clockwise) میں کوئی فرق نہیں کرتیں۔ اس کو ہم سائنس کی زبان میں Symmetry یعنی خاص ترتیب و تدوین کہتے ہیں۔ اگر کوئی طاقت اس کے برعکس کرے تو اس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس طاقت نے Parity Violation کی ہے۔

آصف: یہ تو اچھا ہے کہ یہ طاقتیں Parity Violation نہیں کرتیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے اس بارے میں کیا کیا؟

آصف: کیوں نہ میں آپ کو ڈاکٹر عبدالسلام کی زبانی ہی اس بارے میں کچھ بتاؤں۔

دوست: جی ضرور!

آصف: آپ نے 8 دسمبر 1979 کو نوبل انعام پانے کے بعد سویڈن میں ہی ایک تقریر میں بتایا کہ قریباً 20 سال سے زائد عرصہ قبل وہ امریکہ میں ایک کانفرنس کے لئے گئے جہاں انہیں بعض سائنسدانوں سے Parity Violation کے موضوع پر تبادلہ خیال کا موقع ملا۔ وہاں سب کا نظریہ یہی تھا کہ بنیادی قوتیں Parity Violation نہیں کرسکتیں۔ جب آپ انگلستان آنے لگے تو آپ کو فوجی ہوائی جہاز میں سوار کروا دیا گیا جس میں فوجیوں کے بیوی بچے انگلستان جارہے تھے۔ بچوں کی چیخ و پکار نے ساری رات آپ کو سونے نہ دیا۔

دوست: آپ کو تو پھر بڑی بے آرامی ہوئی ہوگی اور آپ کسی سنجیدہ

موضوع پر غور بھی نہیں کر سکے ہوں گے۔

آصف: نہیں اس کے بالکل برعکس ہوا۔ آپ ساری رات یہ سوچتے رہے کہ کیا کمزور طاقت بھی Parity Violation نہیں کرتی ؟ آپ کا خیال تھا کہ کمزور طاقت Week Force میں فطرت Parity Violation کراتی ہے۔لیکن کیوں؟

دوست: اس سوال کا جواب تو شاید اپنے کالج جا کر حساب کتاب سے ہی دے سکتے تھے۔

آصف: آپ بیان کرتے ہیں کہ یکدم مجھے پروفیسر روڈلف پیریل کا ایک سوال یاد آ گیا جو انہوں نے Ph.D کے زبانی امتحان میں پوچھا تھا۔

دوست: وہ سوال کیا تھا؟

آصف: انہوں نے آپ سے یہ پوچھا تھا کہ برقی و مقناطیسی سمٹری اصول کے تحت روشنی کے ذرہ فوٹان Photon کی کمیت صفر ہے۔آپ یہ بتائیں کہ نیوٹرون Neutron کی کمیت صفر کے قریب قریب کیوں ہے؟

دوست: سوال تو خاصا مشکل ہے یہ اچھا ہے کہ آپ نے ان دونوں ذروں کا ذکر المنار نومبر 2013 میں تفصیل سے دیا تھا۔اور مجھے آپ کی وہ مثال بھی یاد ہے جس میں آپ نے اپنے آپ کو ذرہ فوٹان اور مکرم مقصود الحق صاحب کو ذرہ نیوٹرنیو سے تشبیہہ دی تھی۔ ہاں تو اس وقت عبد السلام صاحب نے کیا جواب دیا؟

آصف: اس وقت عبدالسلام صاحب کو بڑی حیرت ہوئی تھی کہ پروفیسر صاحب موصوف ان سے ایک ایسے سوال کا جواب پوچھ رہے ہیں جس کا جواب وہ خود بھی نہیں جانتے! لیکن شب بھر کی بیداری اور غور و خوض کے بعد اس رات انہیں اس سوال کا جواب مل گیا۔

دوست: ذرا مجھے بھی تو بتائیے کہ وہ جواب کیا تھا؟

آصف: ڈاکٹر عبدالسلام صاحب اس نتیجہ پر پہنچے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس لئے Symmerty میں بگاڑ Parity Violation کرتی ہے تا کہ نیوٹرون ذرے کا وزن صفر کے لگ بھگ ہو!

دوست: یہ تو کوئی بہت گہری بات لگتی ہے جس کی اہمیت کو تو میں سمجھ نہیں سکتا۔ کیا آپ نے ہم عصر سائنسدانوں سے اس بارے میں تبادلہ خیال کیا۔

آصف: آپ بیان کرتے ہیں کہ آپ اگلے ہی روز بذریعہ ٹرین برمنگھم روانہ ہو گئے تا کہ پروفیسر پیریل سے اس موضوع پر گفتگو کر سکیں۔آپ نے اس بات کو توجہ سے سنا لیکن آپ سے مشفقانہ رنگ میں شدید اختلاف کیا اور کہنے لگے کہ میں اس بات پر ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ دائیں بائیں سمٹری کمزور طاقت سے بگڑ جاتی ہے۔ میں ایسے نظریے کو چمٹے سے بھی چھونا پسند نہیں کروں گا۔

دوست: ڈاکٹر عبدالسلام صاحب تو یہ بات سن کر بڑے مایوس ہوئے ہوں گے۔

آصف: یقیناً تاہم آپ نے اس بارے میں میں ایک مقالہ لکھا اور اس میں اپنی بات کو ثابت کرنے کیلئے بہت سے سائنسی شواہد بھی پیش کئے۔ انہوں نے اپنا یہ مقالہ فزیکل ریویو میں چھپنے کیلئے بھجوا دیا جس میں اعلیٰ سائنسی تحقیقی مضامین چھاپے جاتے تھے۔ایڈیٹر صاحب جو خود بھی ایک بڑے سائنسدان تھے انہوں نے اس مقالہ کو شائع کرنے کیلئے منظور کر لیا۔

دوست: تو کیا مقالہ چھپ گیا؟

آصف: ابھی یہ معاملہ جاری تھا کہ آپ کو خیال آیا کہ میں اس مقالہ کی نقل نوبل انعام یافتہ پروفیسر پاؤلی کو بھجواؤں اور ان کی رائے لوں۔ چنانچہ آپ نے مقالہ کی نقل جنیوا (سوئٹزرلینڈ) ایک دوست کے ہاتھ بھجوا دی جو انہیں ملنے جا رہے تھے۔ پروفیسر پاؤلی نے مقالہ پڑھ کر ڈاکٹر عبد السلام صاحب کو پیغام بھجوایا۔ ”میرے دوست سلام کو میرا آداب پہنچے۔ انہیں کہیں کہ وہ کسی بہتر چیز کے بارے میں سوچیں!“

دوست: تو کیا پروفیسر عبدالسلام صاحب نے ان دو سائنسدانوں کے منع کرنے کے باوجود اپنا مقالہ شائع کروا دیا۔

آصف: اس کی تفصیل اگلی ملاقات میں۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے میرا تعلق

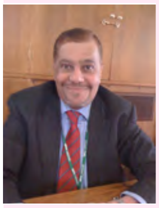

(ڈاکٹر عبدالباری ملک ایم بی ای۔بریڈفورڈ یوکے)

خاکسار کو تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ستمبر 1969ء میں ایف ایس سی میں داخلہ ملا۔ خاکسار کو 1973ء تک یہاں تعلیم حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ خاکسار کی زندگی کے انتہائی پرلطف اور یادگار ایام تھے۔

ہماری یہ انتہائی خوش قسمتی تھی کہ ہمیں دوران تعلیم ایسے اساتذہ ملے جو ہمارے لیے استاد سے کہیں بڑھ کر ہمارے ہمدرد، رہنما، مددگار اور ہمارے لیے دعائیں کرنے والے بزرگ بھی تھے۔ جب ہمیں کالج میں داخلہ ملا اس وقت مکرم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب پرنسپل تھے، آپ کا شمار پاکستان کے چوٹی کے ماہرین تعلیم میں ہوتا تھا۔ آپ انتہائی قابل، شفیق، سادہ طبیعت کے مالک اور شریف النفس انسان تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے خلیفۃ المسیح الثالث مقرر ہونے کے بعد آپ کو پرنسپل تعلیم الاسلام کالج مقرر کیا گیا تھا۔

آپ کی ریٹائرمنٹ کے بعد مکرمی پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب پرنسپل مقرر ہوئے۔ ہمیں آپ کی انتہائی شفقت، رہنمائی، مدد اور دعائیں لینے کا موقع ملتا رہا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے عشق اور انتہا کی عقیدت تھی۔ آپ ان خوش قسمت افراد میں سے ہیں جن کو ایک لمبے عرصہ تک حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی قربت اور شفقت ملی اور حضور انور کے بیرون ملک دوروں میں حضور کے قافلہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل رہا۔ آپ اپنی اکثر کلاسوں میں حضورؒ کی شفقت اور روحانی بصیرت کے واقعات بڑے جذباتی انداز میں ضرور سناتے۔ ہمارے بعض ساتھی کلاس کے دوران محترمی چوہدری محمد علی صاحب سے حضورؒ کے متعلق سوال دریافت فرماتے تو محترمی چوہدری صاحب اپنی حسین یادوں میں ڈوب کر واقعات سنانے شروع کرتے اور اکثر ان واقعات میں ہی کلاس کا وقت ختم ہو جاتا۔

دوسرے اساتذہ کرام میں مکرمی پروفیسر سلطان محمود صاحب شاہد، مکرمی پروفیسر نصیر خان صاحب، مکرمی پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب، مکرمی پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ، مکرمی پروفیسر پرویز پروازی صاحب، مکرمی پروفیسر صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب امیر و ناظر اعلیٰ پاکستان، مکرمی پروفیسر صوفی بشارت الرحمن صاحب مرحوم، مکرمی پروفیسر اسلم منگلا صاحب، مکرم پروفیسر حمید چوہدری صاحب، مکرمی پروفیسر شریف خالد صاحب، مکرمی پروفیسر قریشی عبدالجلیل صاحب، مکرمی پروفیسر صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب، مکرمی پروفیسر منور شمیم خالد صاحب، مکرمی پروفیسر صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب، مکرمی پروفیسر مبارک احمد صاحب عابد، مکرمی پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب، مکرمی پروفیسر فہیم قدسی صاحب اور مکرمی پروفیسر سعود خان صاحب شامل ہیں۔ اسی طرح ہمارے دور میں مکرمی چوہدری محفوظ الرحمن صاحب (والد مکرمی وسیم چوہدری صاحب صدر مجلس انصاراللہ یوکے) لائبریرین تھے اور دفتر میں کیشیر مکرمی پیر ہارون الرشید صاحب مرحوم تھے جو مکرمی پیر بشارت احمد صاحب لندن کے والد تھے۔

مکرمی پروفیسر پرویز پروازی صاحب ہمیں اردو پڑھاتے تھے۔ آپ نے ایک دن سوال و جواب کیلئے رکھا ہوتا تھا۔ یہ کلاس اکثر بڑے ہال میں ہوتی۔ اس روز کلاس کھچا کھچ بھری ہوتی۔ کلاس کے آغاز میں آپ کلاس کی ایک طرف سے دوسری طرف تک بڑے غور سے ہر طالبعلم پر گہری نگاہ ڈالتے۔ اس کے بعد دلچسپ سوال و جواب کا آغاز ہوتا۔ محترمی پروازی صاحب ماشاءاللہ بہت حاضر جواب ہیں، ہر مشکل سے مشکل اور ٹیڑھے سوال کا جواب بھی بڑی خوبصورتی سے دیتے۔

خاکسار کے ہم جماعت ساتھیوں میں مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور، مکرم نسیم مہدی صاحب مبلغ سلسلہ

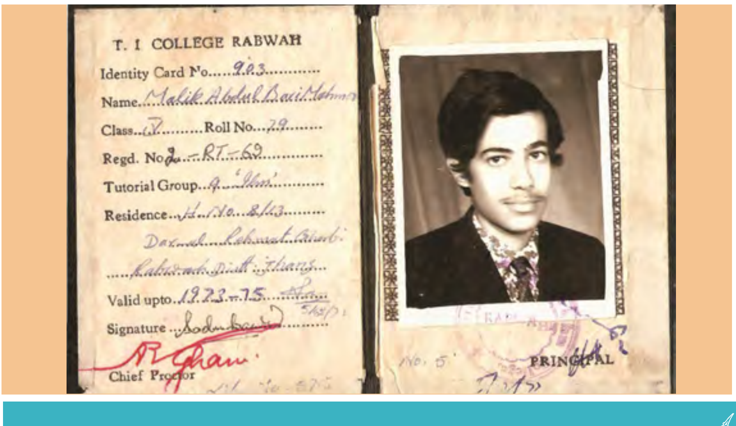

امریکہ،مکرم فلائیٹ لیفٹیننٹ ابرار سوری صاحب شہید شامل تھے۔

خاکسار کو دوران تعلیم بیالوجی سوسائٹی کے سیکرٹری کی حیثیت سے اور المنار کے اردو سیکشن کے نائب مدیر کی حیثیت سے مکرم عبدالکریم صاحب خالد،مکرم منور انیس صاحب،مکرم راجہ ناصر احمد صاحب،مکرم حافظ عباس علی عاصم صاحب المعروف عاصم صحرائی،مکرم ناصر جاوید خان صاحب،مکرم تنویر ملک صاحب مرحوم،مکرم عبدالبصیر حیّ صاحب،مکرم محمود مرزا صاحب مرحوم اور مکرم ظہیر خان صاحب کے ساتھ کام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔الحمدللہ۔

ہمارے کالج کے دنوں میں پاکستان میں نئی نئی جمہوریت آئی تھی اور ملک کے مختلف شہروں میں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلباء کی یونینز خوب سر اُٹھا رہی تھیں۔بہت سے شہروں میں جاوید ہاشمی اور لیاقت بلوچ جیسے طالبعلم رہنماؤں نے جمعیت طلباء اسلام جیسی طلباء تنظیموں کے ذریعہ ہنگامے کھڑے کیے ہوئے تھے جن میں بعض نوجوان جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور بعض شہروں میں حکومت کے ناک میں دم کیا ہوا تھا لیکن اس کے مقابلے میں تعلیم الاسلام کالج میں طلباء کی یونین بھی تھی اور مختلف سوسائٹیاں بھی تھیں جن کی باقاعدگی سے تقریبات کا اہتمام کیا جاتا تھا، یونین کے انتخابات بھی ہر سال ہوتے تھے لیکن ہر چیز ایک ڈسپلن کے ساتھ ہوتی تھی۔کسی قسم کی بدانتظامی یا ہنگامے کا کبھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔کالج کی حدود کے اندر ہر اُمیدوار اپنے لیے ووٹ مانگتا تھا،اُمیدوار کے ساتھی اپنے دوستوں سے ووٹ مانگتے لیکن ہر چیز پُرامن طریق سے ہوتی۔یہ سب ہمارے اساتذہ اور بزرگوں کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ہماری کلاس کے ایک طالبعلم نے دوسروں کی شہ پر ایک دفعہ کالج میں سیاست کرنے کی کوشش کی جس کو ہماری کلاس کے طلباء نے سختی سے رد کر دیا۔

کالج کی یونین اور مختلف سوسائٹیوں کی تقریبات بہت ہی محنت سے ترتیب دی جاتیں جن میں شامل ہونے والا ہر شخص خوب مزے لیتا اور ان سے سیکھ کر نکلتا۔گاؤن اور ٹوپی پہننا کالج ڈسپلن کا لازمی حصہ تھا اور کوئی بھی طالبعلم یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ بغیر گاؤن یا ٹوپی کے کسی بھی کلاس میں جائے گا۔ہماری ہر کلاس میں ربوہ سے باہر کے بہت سے غیر احمدی طلباء کثرت سے ہوتے۔بعض سرکردہ خاندانوں کے بڑے اپنے بچوں کو ربوہ تعلیم کیلئے بھجواتے کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ ربوہ میں ان کے بچے نہ صرف تعلیم حاصل کریں گے بلکہ اچھے انسان بن کے نکلیں گے۔یہ طلباء بھی ڈسپلن کی پوری پابندی کرتے۔تعلیم کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تعلیم الاسلام کالج کے طلباء نے شاندار کامیابیاں حاصل کر کے کالج کا اور ربوہ شہر کا نام ہمیشہ روشن کیا۔مباحثوں میں بھی تعلیم الاسلام کالج کے طلباء ہر سال کامیابیاں حاصل کرتے تھے۔ہر سال ہمارے کالج میں نامور شعراء، ادیب، دانشور اور دوسرے اہم مہمان تشریف لاتے۔

تعلیم کے علاوہ کھیل کے میدان میں بھی تعلیم الاسلام کالج سب سے آگے تھا۔ہماری باسکٹ بال کی ٹیم ملک بھر میں پہلے نمبر پر تھی۔کشتی رانی میں بھی ہمارے کھلاڑی ہر سال انعامات جیت کر آتے تھے۔ہاکی ،کبڈی،فٹ بال اور دوسری کھیلوں میں بھی ہمارے کھلاڑی ہمیشہ نمایاں کامیابیاں حاصل کرتے تھے۔

ایف ایس سی کے دوران ہی پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے ملک میں نیشنل سروس کی سکیم کا اعلان کیا جس کے تحت 1969ء میں میٹرک کا امتحان دینے والے ہر طالبعلم کیلئے فوجی تربیت لازمی قرار دی گئی۔اس وجہ سے خاکسار اور خاکسار کے قریباً دس اور ساتھیوں کو تعلیم چھوڑ کر سرگودھا چھاؤنی حاضر ہونا پڑا۔ہمارا پورا چیک اپ بھی ہوا اور بعض ٹیسٹ بھی ہوئے اور ہمیں فوج کی باقاعدہ پوری تربیت دی گئی۔خاکسار،عبدالجلیل عباد صاحب،سلیم الدین صاحب،مرزا مظفر احمد صاحب،امجد حسین صاحب اور بعض دوسرے ساتھی سرگودھا چھاؤنی میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ہماری تربیت مکمل ہوتے ہی پاک بھارت جنگ چھڑ گئی جس میں ہمیں بھی اپنے وطن کے باقاعدہ دفاع کا موقع ملا۔جنگ کے بعد جنرل ٹکا خان نے ہمیں چھٹی دی تو ہم سب واپس ربوہ آ کر اپنی تعلیم میں مشغول ہو گئے۔سرگودھا قیام کے دوران ہم سب احمدی باقاعدگی سے نماز باجماعت اکٹھے ادا کرتے۔

ہومیوپیتھی ۔یعنی علاج بالمثل

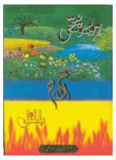

ابراٹینم---ABROTANUM

اگر کسی مریض کو جوڑوں میں درد کی بیماری ہو مثلاً گاؤٹ (Gout) یا وجع المفاصل اور ساتھ ہی دل میں کچھ بے چینی کا احساس پایا جائے جیسے خون دل کو چھیلتا ہوا گزرتا ہو، نیز ایسے مریضوں کو اگر نکسیر اور پیشاب میں خون آنے کی تکلیف ہو تو اس بات کا بھاری امکان ہے کہ یہ مریض ابراٹینم سے شفا پائے گا۔

ابراٹینم کا مریض اسہال کے دوران آرام پاتا ہے کیونکہ وہ فاسد مادے جو جوڑوں میں تکلیف پیدا کرتے ہیں اسہال کے ذریعہ خارج ہوتے رہتے ہیں۔

یہ دوا بچوں کے سوکھے پن کی بیماری میں بھی بہت مفید ثابت ہوتی ہے لیکن محض اس صورت میں جب اس کی مخصوص علامت بچوں میں پائی جائے۔ابراٹینم کا سوکھا پن ٹانگوں سے شروع ہوتا ہے مگر ٹانگوں تک محدود نہیں رہتا اور اوپر کے بدن کی طرف منتقل ہونے لگتا ہے۔اگر 30 کی طاقت میں دن میں تین بار دوا شروع کی جائے تو خدا کے فضل سے یہ مکمل شفا کا موجب ہوسکتی ہے۔

اسہال آچانک بند ہونے جانے کی وجہ سے بعض جوڑوں کے دردوں کے علاوہ خونی بواسیر کی شکایت بھی ہو جاتی ہے۔اس کا بھی ابراٹینم سے ہی علاج کیا جائے ۔ ایسے مریضوں کا عمومی مزاج سردی بہت محسوس کرتا ہے اور تکلیفیں ٹھنڈے اور بھیگے موسم میں بڑھ جاتی ہیں۔ ایسے مریضوں کو اکثر کمر درد کی بھی شکایت رہتی ہے جو ہمیشہ رات کو بڑھ جاتی ہے۔

ابراٹینم کے درد بعض اوقات تیز اور کاٹنے والے ہوتے ہیں جو جوڑوں کے علاوہ خواتین کی بیضہ دانیوں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ایسی مریضہ جس کی بیضہ دانی میں اس قسم کے کاٹنے والے درد ہوں اور وہ عموماً جوڑوں کے درد کی بھی شاکی رہے یا رات کو بڑھنے والا کمر درد ابراٹینم کے مشابہ ہو اور اسے اسہال سے آرام ملتا ہو تو اس کے بانجھ پن کا بھی ابراٹینم ہی بہترین علاج ثابت ہوگا۔

اس وقت تو ہم جاتے ہیں کل آئیں گے

مکرم محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی بیان کرتے ہیں:

ایک رات حسب معمول حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب درس دے رہے تھے کہ یکا یک شہر کے چار پانچ مولوی نما اصحاب تین چار بہت موٹی موٹی کتابیں بغل میں دابے آن کر خاموش بیٹھ گئے۔ درس سے فارغ ہو کر حضرت میر صاحب نے ان کے آنے کی وجہ پوچھی تو وہ بولے کہ آپ سے بحث کرنے کے لئے آئے ہیں اور یہ تفسیریں اپنے ساتھ لائے ہیں۔حضرت میر صاحب نے مسکرا کر میری طرف دیکھا میں مطلب سمجھ گیا اور دوسرے کمرہ میں اپنی لائبریری میں سے جتنی موٹی موٹی کتابیں تھیں (خواہ کسی مضمون کی اور کسی زبان کی) لا لا کر حضرت میر صاحب کے سامنے ڈھیر لگا دیا جنہیں دیکھ کر وہ لوگ بڑے سٹ پٹائے اور نہ معلوم انہوں نے کیا سمجھا کہ آپس میں کچھ سرگوشی کر کے کہنے لگے: ’’اس وقت تو ہم جاتے ہیں۔کل آئیں گے۔‘‘ مگر وہ کل کبھی نہ آئی۔

(روزنامہ الفضل قادیان، 6 نومبر 1941ء صفحہ 6 کالم 2-1)

(Chairs) Baseer Hayee, Faheem, Chaudhry Mohammad Ali, Saood Aahmad Khan, Raja Nasir (standing) A. Bari Malik, Nasir, Bashir, Mahmood Mirza, Tanwir Malik, Zaheer Khan, Ahmad